مسئلہ خیر و شر

از افادات علامہ محمد انور شاہ کشمیری (محدث)

سید محمد فاروق بخاری، گورنمنٹ ڈگری کالج سوپور، کشمیر

(حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بیسوی صدی کے ممتاز علماء اور نامور محققین اسلام میں جو مقام و مرتبہ رکھتے ہیں وہ ہر صاحب علم و فضل پر روشن ہے۔ ان کے معاصرین کہتے ہیں کہ شاہ صاحب فقہ و حدیث کے خاص طور پر امام زمان اور حفاظ حدیث کی سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی تھے۔)

کلامِ اقبال کے شارح اعظم پروفیسر یوسف سلیم چشتی فرماتے ہیں:

"ہر چند مرحوم ہر فن میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے لیکن
حدیث اور فقہ میں بلاشبہ تمام دنیائے اسلام میں
کوئی شخص اُن کا ہمسر نہ تھا۔[1]"

اسی طرح ابنِ خلکانِ ہند حضرت مولانا حکیم سید عبدالحیؒ حضرت شاہ صاحب کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:

الشیخ الفاضل العلامۃ انور شاہ ..... احدٌ

---

[1] ارمغان حجاز باشرح، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی ۱۹۷۲ء، صفحہ ۱۷۲

کبار الفقہاء الحنفیۃ (وعلماء الحدیث الاجلاءؒ)

مگر جن حضرات کو حضرت شاہ صاحب کو بڑے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا وہ یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ حضرت نہ صرف علوم آلیہ (صرف و نحو، بیان و بدیع، عروض وغیرہ) اور علوم عربیہ دینیہ کے بحرِ ذخار تھے بلکہ علوم عقلیہ اور فنون عصریہ کے بھی ماہرِ کامل تھے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ، جنھیں حضرت کے پاس دوسرے تلامذہ اور ساتھیوں کی بہ نسبت خلوت و جلوت میں بیٹھنے کا زیادہ موقعہ ملا ہے، فرماتے ہیں:

"مطالعہ کے سلسلہ میں فنون عصریہ، فلسفۂ جدیدہ،
ہیئتہ جدیدہ، حتیٰ کہ فنِ رمل و جفر کی کتابوں کو بھی
مطالعہ سے نہ چھوڑا۔"[۲]

یہ صرف دعویٰ ہی نہیں ہے اور نہ اسے عقیدتمندی پر محمول کیا جا سکتا ہے بلکہ آفتاب کی طرح روشن حقیقت ہے۔ اس حقیقت کی حضرت مرحوم کے رسائل و امالی سے من و عن تصدیق ہوتی ہے۔ فلسفے پر تو اُن کے مستقل رسائل ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ اس کے علاوہ فیض الباری، انوار المحمود نیز عقیدۃ الاسلام میں فلسفہ، کلام اور معارف الٰہیہ پر مشتمل مسائل کے بارے میں سینکڑوں جواہرات بکھرے ہوئے ہیں مگر افسوس! نہ ان کو آج تک یکجا جمع کرنے کی کوشش کی گئی اور نہ منتشر حالت ہی میں سہی اردو میں منتقل کئے گئے۔ فیض الباری کو اٹھائیے .... اس کے بارے میں حضرت شاہ صاحب کے دوسرے نامور شاگرد مولانا

---

[۱] نزہتہ الخواطر ج ۸، خطوط وحدانی کی عبارت حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی ہے۔ جیسا کہ انھوں نے خود تصریح فرمائی ہے۔

[۲] حیاتِ انور: مقالہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ۔

حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی مرحوم ومغفور (برادر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ) اپنے ایک مکتوب میں یہ خیال ظاہر کرتے ہیں:

"حضرت کے نام سے بخاری کی جو شرح (فیض الباری ؟) شائع ہوئی ہے اس میں بھی وہ مضامین نہیں ہیں جو حضرت کی تقریروں میں ہوتے تھے اور جن مضامین کو حضرت سے بیشتر کسی نے نہیں لکھا ہے۔"[1]

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کی یہ رائے ان کی فضیلت علمی کی روشن دلیل اور حضرت شاہ صاحب کے مایہ ناز شاگرد ہونے کی کھلی نشانی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ باوجود اس نقص وکمی کے فیض الباری کی چاروں جلد یا صرف عقیدۃ الاسلام فی حیوٰۃ عیسی علیہ السلام اٹھا کر دیکھئے، آپ کو بھی اپنے مخاطب سے وہی کہنا پڑے گا جو ایک محقق، جاحظ (ابو عثمان عمرو) کی کتابیں پڑھ کر اپنے مخاطب سے کہتا ہے:

وانت اذا ادمت نظرك فى ثبت ما صنف من مصنفات اخذك الدهش ويملك العجب، لانك تراه لم يكد يترك علماً معروفاً على زمنه لم يضع فيه مولفاً ولم يدع فناً لم يكتب فيه مصنفاً[2]

فرق یہ ہے کہ جاحظ نے سب کچھ خود لکھا اور حضرت شاہ صاحب نے کچھ اپنے قلم سے لکھا اور کچھ اپنے نامور اور جلیل القدر تلامذہ سے لکھوایا۔ اسی کے ساتھ اگر اس بات پر افسوس کیا جائے تو بے جا افسوس نہ ہوگا کہ متاخرین فضلاء ہند کی توجہ حضرت کی تصنیفات و امالی کی جانب بہت کم رہی، بلکہ بعضوں نے احساس کمتری یا احساس برتری کی وجہ سے کھلے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ اگر آپ علامہ انور شاہ محدث اور علامہ اقبال کے

---

[1] انوار الباری مقدمہ جلد دوم ص ۲۵۷ [2] البیان والتبیین: مطبعہ رحمانیہ، مصر ۱۹۳۲ء

مابین تعلقات پر اقبالیات کے ماہرین کی تصنیفات کی طرف معلومات حاصل کرنے کی غرض سے رجوع کرنا چاہیں تو کچھ بھی نہ ملے گا۔

حسب ذیل سطور، جو مسئلہ خیر و شر پر حضرت شاہ محمد انور شاہؒ کے افادات کی روشنی میں لکھی گئی ہیں ایسے شخص کے قلم سے ہیں جو ادب عربی کا معمولی طالب علم ہے اگر کل فن رجال کو مدنظر رکھ کر اس موضوع پر قلم اٹھانا میرا زبردست علمی جرم ہے مگر میری محبت حضرت کے ساتھ معقول نہیں بلکہ جذباتی ہے اس لئے یہاں معافی کی گنجائش ہے۔ اپنی تہی مائگی اور ہیچمیرزی کا پورا اور کھلے دل سے معترف ہو کر یہ سطور ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

جس طرح مسئلہ جبر و اختیار، وحدۃ الوجود، حیات بعد الموت، جزا و سزا وغیرہ میں حضرت شاہ صاحب کا مسلک حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی تصنیفاتِ عالیہ سے اکثر و بیشتر ماخوذ ہے اسی طرح مسئلہ خیر و شر بھی وہ حضرت شیخ ہی کے معارف وحقائق کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کے بارے میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> کان کثیر الاعجاب بالشیخ محی الدین ابن عربی فی بیان الحقائق و المعارف الالٰھیۃ[۱] یعنی حضرت شاہ صاحب کو شیخ اکبر کے معارف الہیہ بیان کرنے میں بڑا تعجب تھا (اور متاثر تھے)۔

بلکہ بقول مولانا محمد منظور صاحب نعمانی "شاہ صاحب خود وقت کے شیخ اکبر تھے[۲]"۔ جس طرح مولانا عبید اللہ سندھی ولی اللہی علوم کے سمندر تھے اسی طرح حضرت شاہ صاحب نے شیخ اکبر کے علوم کو جذب کیا تھا۔ فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم کے علاوہ دیگر تصانیفِ شیخ کا حوالہ بھی شاہ صاحب کے رسائل میں ملتا ہے۔ فصوص الحکم کی متعدد شرحیں، جو ابھی تک زیور طبع سے بھی آراستہ نہیں ہوئی ہیں، بھی نظر سے گزری تھیں۔ غرض یہ مسئلہ (خیر و شر) بھی شیخ اکبر ہی

---

[۱] نزھۃ الخواطر ج ۸۔ [۲] حیاتِ انور: مقالہ حضرت مولانا نعمانی

کے علوم و معارف سے اکثر ماخوذ ہے، اور شاہ صاحب نے نہایت اجمال کے ساتھ اسے بیان کیا ہے۔ وہ ممکنات سے بات شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اشیاء کونیہ، اعیانِ ثابتہ ہیں" صوفیہ کرام کے نزدیک اشیاءِ کونیہ، معلومات حق ہیں اور انہی کو ماہیاتِ اشیاء بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہا تو انہی اعیان ثابتہ یا صُورِ علمیہ کو اپنی تجلّی کے ذریعہ ظاہر کیا۔ کیونکہ اس کے بغیر ظہورِ حق ناممکن تھا۔ "کُن" کے مخاطب بھی یہی اعیانِ ممکنات تھے ورنہ عدم، جب کچھ ہے ہی نہیں تو مخاطب کیسے بن سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہی اعیان، جو ذاتِ حق کی طرح ازلی ہیں "ہوجا" کے مخاطب ہوئے بالفاظ دیگر اعیان، آئینہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مشاہدہ کیا اور مشاہد فرما رہے ہیں۔ چونکہ یہ اعیان، کوئی علٰحدہ وجود نہیں رکھتے، ذاتِ حق کے وجود ہی سے قائم ہیں، ذاتِ حق ہی کی طرح ازلی ہیں اس لئے اگر کوئی یہ پکارے تو درست پکارتا ہے:

ھُناکَ تجلّٰی بذاتہٖ علیٰ ذاتہٖ من ذاتہٖ

الیٰ ذاتہٖ فی ذاتہٖ لذاتہٖ[1]

اب جبکہ یہ کائنات، معلوماتِ الٰہی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے تو ان معلومات کی حقیقت کا جاننا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ معلومات یا ماہیات معدوم بھی ہیں اور موجود بھی یا حضرت شاہ صاحب کے لفظوں میں "لاموجوداً بحتاً ولا معدوماً محضاً"[2] یہ نہ موجودِ محض ہیں اور نہ معدوم محض۔ موجودِ محض

---

[1] تحیۃ الاسلام، مجلس علمی ڈابھیل مصنفہ علامہ انور شاہ کشمیری ص ۱۴

[2] انوار المحمود فی شرحِ ابو داؤد، مرتبہ مولانا محمد صدیق نجیب آبادی جمال پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۳۷ء

اس لئے نہیں ہیں کہ اُن کا اپنا وجود نہیں ہے، یہ مسلوب الذات اور صفاتِ عدمیہ سے متصف ہیں۔ اور معدوم محض اس لئے نہیں ہیں کہ معلوماتِ حق ہونے کی وجہ سے ثابت بالذات ہیں۔

معلوم ہوا کہ معلومات یا ماہیاتِ اشیاء معدوم بھی ہیں اور خاص قسم کا وجود رکھنے کی وجہ سے موجود بھی ہیں۔

اِس کے برعکس ان معلومات کے عالم یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہی موجود ہیں۔ بلکہ خدا وجود کا سرچشمہ اور خزانہ ہے، عدم کے تمام شوائب سے یکسر پاک ہے، حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں واِنَّ ذاتہٗ منزھۃٌ مِن شوائبِ العدم مطلقاً۔[1] چونکہ عرفاء کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ وجود کے نتائج خیرات ہی خیرات جیسے حُسن، کمال وغیرہ ہوتے ہیں اور عدم کے ثمرات شرور ہی شرور جیسے قبائح، نقائص وغیرہ ہوتے ہیں اس لئے حق تعالیٰ جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ عدم اور عدمیت سے وہ یکسر پاک ہے اس لئے وہ خیر مطلق ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ما من کمالٍ الا یجبُ ان یکون موجوداً فیہ سبحانہٗ وتعالیٰ علیٰ وجہِ التامِ لانہٗ منبع الوجود ومخزنہٗ[2]	تمام کمالات کا ذاتِ حق میں علی وجہ التام موجود ہونا ضروری اور لابدی ہے، کیونکہ وہ وجود کا خزانہ اور سرچشمہ ہے۔

مذکورہ بالا سطور میں اشیاء کونیہ اور حق تعالیٰ (معلومات اور عالم) کے درمیان جس خاص قسم کے تعلق اور پھر کلّی مُغائرت پر روشنی ڈالی گئی۔ اس کے نتائج حسب ذیل

---

[1] انوار المحمود فی شرح ابوداؤد: مرتبہ مولانا محمد صدیق نجیب آبادی۔ جمال پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۳۷ء

[2] انوار المحمود ج ۲

یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ، موجودِ محض ہیں اس لئے خیرِ مطلق اور نقص و قبح سے یکسر پاک ہے۔

(۲) اشیاءِ کون، خاص قسم کا وجود رکھنے کے باوجود معدوم ہیں۔ اس لئے

بالفاظ حضرت مولانا انور شاہ محدث

خُلِطَ الامران، الخیر والشر، والکمال والنقص والحُسن والقبح، اقتضاءً من جانبیہ الوجود والعدم[1]	یہاں دو متضاد چیزیں مل گئیں خیر اور شر، کمال اور نقص، حسن اور قبح جیسا کہ دو متضاد چیزوں کا تقاضا تھا یعنی عدم اور وجود۔

ذات حق اور مخلوقات کی ذوات (اشیاءِ کونیہ) کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد "استعداد" یا "قابلیت" کی بات آگئی۔ معلومات یا اشیاءِ کونیہ جس طرح خود ازلی ہوتی ہیں اسی طرح ان کی قابلیات اور لوازم ذاتیہ بھی ازلی ہوتی ہیں۔ ان لوازم ذاتیہ اور استعدادوں کو اپنی اپنی ذوات سے کبھی علٰحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اب "خیر و شر" کا مسئلہ واضح ہوتا ہے۔ آگے ہم نے بتایا کہ حق تعالیٰ معلومات کو اپنی تجلی کے ذریعہ ظاہر کرتے ہیں تو جب ان معلومات یا ممکنات کا ظہور ہوا تو خود بخود ان کے لوازم ذاتیہ بھی منظر عام پر آئے جو ازازل ان میں موجود ہیں۔ جہاں تک ان کے ازلی ہونے کا تعلق ہے تو یہاں انسان کے مختار اور آزاد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ جس کے لوازم اور قابلیات اچھے ہوں، وہ ان کا اظہار اپنے رب کی تجلی کے ذریعہ بے روک ٹوک کر سکتا ہے کوئی قید و بندش نہیں ہے،

---

[1] انوار المحمود ج ۲ ص ۵۴۸ ۔

اور جس کے بُرے ہوں وہ بھی عیاں ہوگا حضرت شاہ صاحب اپنے حسب ذیل اشعار میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ویثمر شرٌّ شرَّ ما ینبغی لہٗ ویزعمہ الظلم الصریح جھول
کا یراف خبث البذر خبث نباتہ طباعًا ولا یاتیہ قال یقول[1]

یعنی شر کا پھل شر ہی ہوتا ہے مگر جاہل اسے ظلم صریح سمجھتا ہے۔ جس درخت کا بیج فطرتاً اور ازل سے برا ہوا اس کا سبزہ بھی بُرا ہی ہوگا اور اس میں بے کار باتیں نہیں چلتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کا مقصد یوں بھی سمجھایا جاسکتا ہے کہ اگر ایک روشن شمع کے آس پاس مختلف رنگوں کی شیشیاں رکھی جائیں تو روشنی وہی رنگ (باہر سے) اختیار کرے گی جو جس شیشی کا ہوگا۔ لبس تجلی حق شمع کی روشنی سمجھنی چاہیے، شیشیاں ممکنات یا ماہیاتِ اشیاء، اور ان کے رنگ، ان ممکنات اور اعیان کی ازلی قابلیتیں۔ جو شیشہ جتنا صاف اور شفاف ہوگا وہ اتنا ہی روشن ہوگا اور جو جتنا کالا ہوگا اتنا ہی روشنی سے محروم رہے گا۔ حالانکہ نہ نفس روشنی میں کوئی رنگ ہے اور نہ روشنی شیشیوں میں سے کسی پر زیادہ پڑتی ہے اور . . . . نہ کسی پر کم۔

الغرض یہاں تک آدمی آزاد اور مختار ہے، مگر اس اختیار اور اپنی فطری استعداد کا اظہار کرنے کے لئے کھلی آزادی رکھنے کے باوجود انسان مجبور ہے۔ اسی راز کی طرف حضرت شاہ صاحب اشارہ کرتے ہیں:

واما اختیارٌ مستقلٌ فانہٗ محالٌ فلا یسألك عنہ سئول[2]

---

[1] انوار المحمود ج ۲ ص ۵۵۶

[2] ایضاً

یعنی جہاں تک مستقل اختیار اور آزادی کا تعلق ہے تو یہ محال ہے ..... اس کی وجہ یہ ہے کہ اعیانِ ثابتہ بے حس و حرکت ہیں، فعل کی قوت اس میں نہیں ہے۔ بقول حضرت شاہ صاحبؒ :

صفۃٌ لہٗ خلقٌ کذٰلک وحدۃٌ کصفاتہٖ العظمیٰ فلا تقفان

فعلٌ وفرعٌ من جلالۃِ ذاتہٖ لولا ما ذا شاب من نقصان [۱]

خالق اور فاعلِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ کا یہی فعالِ حقیقی اور قادرِ مطلق ہونا انسان کو مجبور بناتا ہے۔ دیکھیے اس نکتے کو کس طرح حضرت شاہ صاحب بیان کرتے ہیں :

وافعالنا منا علیٰ اختیارنا ولکنہ نحو القدیر یؤل [۲]

یعنی افعال تو ہم آزادی سے انجام دیتے ہیں مگر معاملہ پھر بھی قدرت والے خدا کی طرف لوٹتا ہے۔ بس اسی قدرت اور فعل حق سے جبر کا پہلو نکلتا ہے۔ اگر ہم خلق و فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کریں تو ہم کھلے مشرک ہیں۔ "خلّاق" اور "فعّالٌ لما یُرید" وہی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں :

لا ینسب شیئٌ من الخلق لغیر اللہ تعالیٰ فیکون شریکًا وندًّا ومساویًا لہٗ فی نسبۃ الفعل الیہ [۳]

کسی شے کی پیدائش کے بارے میں کوئی بات بھی اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس طرح کرنے سے وہ گویا فعل کی نسبت میں اللہ کا شریک و سہیم ہے۔

۱؎ عقیدۃ الاسلام فی حیٰوۃ عیسیٰ علیہ السلام ص ۱۴۲

۲؎ انوار المحمود ج ۲ ص ۵۵۶

۳؎ ایضاً ج ۲ ص ۵۵۴

اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں بذریعہ تجلی اپنے آپ کو ظاہر کرنا ہے اور یہ ظہور اشیاء یا ممکنات کے ذریعہ ہوتا ہے۔ چونکہ اشیاء اضافۃً معدوم تھے اور اللہ تعالیٰ انھیں کام میں لایا اس لئے مجبور ہیں کیونکہ اب خود بخود ان کے لوازم ذاتیہ اور قابلیتیں وجود میں آئیں گی اب عدم کے صفاتِ قبیحہ بھی نمایاں ہوں گے اور وجود کے صفاتِ حسنہ بھی ظاہر ہوں گے۔ حضرت شاہ صاحب حسب ذیل مثال دے کر یہ پیچیدہ مسئلہ سلجھاتے ہیں:

الشرور والنقائص فانما نشأت من احاطۃ عدمہ بوجودہ الخاص کما ینشأ الشکل التربیع والتثلیث والاستدارۃ والمخروطیۃ وغیرہا من احاطۃ ظلال الاشیاء الحائلۃ بذلک النور الواحد المنبسط والممتد المنتشر فی الآفاق، فیشکل التربیع والتثلیث مثلاً، وان لم یکن موجوداً فی نفس نور الشمس الا انہ ظہر بسبب ھذا النور فی المحل بلا ریب، لانہ احاط بہ الظل وھو عدم النور، ولولاہ لما جل محیطاً ولا محاطاً ولا یظھر ھذا الشکل قطعاً۔[1]

یعنی "ممکن" میں شرور اور نقائص پیدا ہونے کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ ممکن کی صفت عدمیت کے اس کے خاص قسم کے وجود کو گھیرنے کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ جس طرح آفتاب کا نور جب زمین پر پڑتا ہے تو زمین کی جتنی بھی چیزیں از قبیل شجر و حجر وغیرہ اس نور کے سامنے حائل ہوتی ہیں تو یہ روشنی ٹکڑے ٹکڑے ہوتی ہے اور قسم قسم کی شکلیں جیسے مربع، مثلث، گول، مخروطی وغیرہ نمودار ہوتی ہیں۔ حالانکہ آفتاب کا یہ نور پورے اطراف و آفاق میں چھایا اور پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ شکلیں نفسِ آفتاب میں نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ ان کا وجود خاص خاص جگہوں پر ہوتا ہے جہاں سایہ حائل ہوتا ہے اور سایہ

---

[1] الخیر الکثیر ج ۲ ص ۵۳۹

علمِ نور کی علامت ہے۔ اگر سایہ نہ ہوتا اور
نہ ہی یہ محیط و محاط (گھیرنے والا اور گھیرا ہوا)
ہوتے یہ شکلیں ہی وجود میں نہ آتیں۔

حضرت شاہ صاحب جہمیہ اور معتزلہ کی بدلائل و براہین ان کے اپنے اپنے مسلک میں غلو کی تردید کرتے ہیں۔ جہمیہ کو اس لئے کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بندے کو اصلاً کوئی قدرت نہیں ہے اور معتزلہ کو اس لئے افعال میں قدرتِ حق کی نفی کرتے ہیں۔ حضرت رح کی رائے میں مسئلہ، جبر اور قدر کے درمیان ہے فرماتے ہیں: والمذھب الحق لا جبرٌ ولا قدرٌ بل امرٌ بین امرین [1]

رہا مسئلۂ کسب، تو اس میں جو بے گرد و غبار حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ حرکت اگر ایک ہے مگر نسبتیں دو ہیں۔ ایک نسبت، تخلیق اور اختراع کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور دوسری نسبت بندے کی طرف، کہتے ہیں:

انما مقدورة بقدرة الله تعالیٰ وبقدرة العبد
علیٰ وجہ آخر یعبر عنہ بالاکتساب [2]

بندے کو اپنی فطرت کے مطابق یا اپنی ماہیت کے مطابق فعل ظاہر ہونے کی وجہ سے اپنے فعل کے ساتھ نسبت ہے۔ اور حق کے ساتھ اس لئے نسبت ہے کہ اللہ فاعل حقیقی ہے بقول حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

لا یجری فی الملك والملکوت طرفۃُ عینٍ ولا لفتۃُ خاطرٍ ولا فلتۃُ ناظرٍ الا بقضاء اللہ وقدرتہ وبارادتہ ومشیتہ، ومنہ الشر

---

[1] انوار المحمود ج ۲ ص ۵۵۵

[2] ایضاً

والخیر والنفع والضر والاسلام والکفر والعرفان والنکر والفوز والخسران

الغوایۃ والرشد والطاعۃ والعصیان والشرک والایمان [1]

یعنی ملک ہو یا ملکوت، کہیں بھی کوئی آنکھ نہیں جھپکتی، نہ دل کی بات زبان سے نکلتی ہے، مگر یہ کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فیصلے، قدرت، ارادت اور مشیت کے مطابق ہوتا ہے اللہ ہی سے خیر و شر نفع و نقصان، کفر و اسلام، عرفان و لاعلمی، کامیابی اور ناکامی ہدایت و گمراہی، فرمانبرداری اور نافرمانی، شرک اور ایمان ہوتا ہے۔

بات خیر و شر کی چل رہی تھی اور ہم مسئلہ جبر و اختیار پر پہنچے۔ یہ اس لئے کہ اگر یہ جدا جدا مسئلے ہیں مگر انھیں قریبی تعلق بھی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ تفصیل کے ساتھ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے مسئلہ قضا و قدر پر ارشادات و تفردات ہدیۂ ناظرین کریں گے۔

---

[1] انوار المحمود ج ۲ ص ۵۵۵

حیاتِ انور

علم و تحقیق کی بنیادیں کس طرح قائم ہوتی ہیں؟ اور مذہبی تعلیمات کو عقل و فکر سے ہم آہنگ کرنے میں کیسی کیسی جد و جہد کرنی ہوتی ہے

یہ کتاب عصر حاضر کے بے مثال عالم، اور یگانۂ روزگار محدث حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی زندگی اور کمالاتِ علمی پر ایک تبصرہ ہی نہیں بلکہ ان کے نامور شاگردوں نے علم و تحقیق کے ساتھ سادہ زبان میں بتایا ہے کہ علماءِ اسلام نے اسلام کی علمی اور عقلی بنیادوں کو استوار کرنے کے لئے کیسی جانفشانی سے کام لیا اور مذہبی تعلیمات کو عقل و فکر سے قریب تر لانے میں انھیں کتنی بڑی محنت کا سامنا کرنا پڑا؟

قرآن و حدیث کی تعلیمات عقل کے لئے ایک لاینحل گورکھ دھندہ نہیں بلکہ ایک ایسی شاہراہ ہے جسے عقل صحیح سمجھتی اور عمل کا پاؤں خود بخود اس پر چلنے کے لئے آگے بڑھتا ہے۔

قرآن، حدیث اور دوسرے علوم کے ایک فخر روزگار فاضل کی داستانِ زندگی، تقویٰ و طہارت دینی شعور اور قائدانہ صلاحیت کا ایک مثالی نمونہ۔

۱۸×۲۲/۸ سائز، ۳۵۴ صفحات، کتابت و طباعت اور جلد اعلیٰ۔

قیمت: ۱۸ روپے

ملنے کا پتہ: نسیم اختر شاہ منزل۔ محلہ خانقاہ دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)